سفرِ ہندوستان۔ مشاہدات وتاثرات

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۷؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۱؍دسمبر ۲۰۱۳ء سے ۱۴؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۸؍دسمبر ۲۰۱۳ء تک احقر ''ہندوستان'' کے سفر پر رہا۔ واپسی کے فوری بعد سفرنامہ مرتب کرنے کا ارادہ تھا لیکن مصروفیات کی بنا پر تکمیل ارادہ میں تاخیر ہوگئی۔ چونکہ سفر کے مشاہدات وتاثرات میں قارئین کو شامل کرنا چاہتا ہوں اس لئے تحریر کررہا ہوں۔ اللہ کرے یہ سفرنامہ ''دیر آید درست آید'' کا مصداق ہوجائے۔

نمازِ جمعہ اور حضرت مولانا سید محمود اسعد مدنی زید مجدہم کے پُرتکلف ظہرانہ کے بعد چند رفقاء کے ہمراہ اُس قبرستان کا رُخ کیا جسے ''مقبرہ قاسمی'' کہا جاتا ہے۔ اس مقبرہ میں اپنے اُن اکابر کی قبریں دیکھ کر، جن کے مبارک تذکرے بکثرت ہماری زبانوں پر رہتے ہیں، بے اختیار غالب کا یہ شعر یاد آ گیا:

سب کہاں، کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوں گئیں　　　خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

مخدوم الصلحاء حضرت سید نفیس الحسینیؒ جب گنگوہ مجدد العصر خاتمۃ المحدثین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کے مزار پر حاضر ہوئے تو اُن پر بھی وارفتگی کی کچھ ایسی ہی کیفیت طاری ہوئی تھی جو محبت وعقیدت کے دبستان میں بدل گئی۔ فرمایا:

ہے یہ کس کی خوابگہ حسیں یہ نفیس کس کا مزار ہے
کہ نفس نفس کو جو ہے سکوں تو نظر نظر کو قرار ہے
جو ابو حنیفہؒ وقت تھا جو کبھی بخاریؒ عصر تھا
جو جنیدؒ و شبلیؒ دہر تھا یہ اسی کی خاکِ مزار ہے

یہ مزار بقعۂ نور ہے یہ جہانِ عشق کا طور ہے
یہ آفتابِ جمال ہے یہاں تجلیوں کا دیار ہے
یہی میرا ناز و نیاز ہے کہ اسیرِ زلفِ رشیدؒ ہوں
اِسی سلسلے کا مرید ہوں میرا اس پہ دارومدار ہے

مقبرہ قاسمیؒ دیوبند میں سب سے پہلا مزار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کا ہے۔ دارالعلوم دیوبند انہی کا لگایا ہوا وہ پودا ہے جس کے برگ وبار آج سارے عالمِ اسلام میں پھیل چکے ہیں۔ برصغیر کے مسلمانوں کے ایمان واسلام کو نصرانیت و بت پرستی کے تند و تیز طوفانوں سے بچانے کے لئے اس گلیم پوش درویش نے جو خدمات انجام دیں وہ لوحِ ہستی پر ثبت ہیں۔ بقول شورش مرحوم:

شافعِ کون و مکاں کی راہ پر لاتا رہا گمرہانِ شرک کو توحید سکھلاتا رہا
پرچمِ اسلام ابرِ درخشاں کے روپ میں بت کدوں کی چاردیواری پہ لہراتا رہا
ہمرہانِ دِل گرفتہ کو یہ اعلانِ جہاد تیغ جوہر دار کا آئینہ دکھلاتا رہا
اِس کے سینے میں خُدا کا آخری پیغام تھا وہ خُدا کی سرزمین پر ''حجۃ الاسلامؒ'' تھا

حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کے قدموں کی جانب شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کا مزارِ مبارک ہے۔ جو دارالعلوم کے سب سے پہلے طالب علم تھے اور پھر مدرس، صدر مدرس اور شیخ الحدیث سب ہی کچھ رہے اور دارالعلوم دیوبند کی چٹائیوں پر بیٹھ کر ہی انہوں نے آزادیٔ ہند کی وہ بین الاقوامی تحریک چلائی جو ''تحریک ریشمی رومال'' کے نام سے معروف ہے۔ دیکھنے میں مشت استخواں مگر کفر و باطل کے لئے ایک ناقابلِ تسخیر چٹان:

ہو حلقۂ یاراں تو ابریشم کی طرح نرم رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن

ساری عمر جہاد اور اس کی تیاری میں گزری، جب وفات کا وقت آیا تو طبیعت پر آزردگی دیکھ کر بعض لوگ یہ سمجھے کہ شاید موت کی فکر ہے لیکن پوچھا گیا تو جواب دیا کہ:

''آرزو یہ تھی کہ کسی میدانِ کارزار میں موت آتی، سر کہیں ہوتا، دھڑ کہیں، غم اس کا ہے کہ آج بستر پر مر رہا ہوں۔''

علم و فضل، تقویٰ و طہارت، جہد و عمل، تواضع و للّٰہیت اور ایثار و قربانی کا یہ پیکرِ جمیل دارالعلوم دیوبند کی فصل کا پہلا پھل تھا جو یہاں ایک کچی قبر کے نیچے آرام فرما ہے۔ پھر شورش کاشمیریؒ یاد آ گئے:

ہم زبان کوئی نہیں اور ہم سخن کوئی نہیں رات گہری ہے چراغ انجمن کوئی نہیں
دعوت و ارشاد کی تجدید کے داعی تو ہیں وائے ناکامی کہ ''محمودالحسنؒ'' کوئی نہیں

حضرت شیخ الہندؒ کے بالکل برابر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کا مزار ہے۔ حضرت مدنیؒ حضرت شیخ الہندؒ کے اُن جانثار رفقاء میں سے تھے جنہوں نے اپنے شیخ کے ساتھ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور ان کے مقصدِ زندگی کو پورا کرنے کے لئے جان کو جان نہیں سمجھا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم اپنے دادا حضرت مولانا محمد یٰسینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مدنیؒ جب شیخ العرب والعجم بن چکے تھے تو حضرت شیخ الہندؒ کے گھر میں نکاح کی کوئی تقریب تھی، اس موقع پر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت مدنیؒ خود اپنے سر پر پانی کا مٹکا رکھ کر اپنے شیخ کے گھر جا رہے تھے۔ انہوں نے جس طرح ساری عمر اپنے شیخ کی خدمت وصحبت میں گزاری اللہ تعالیٰ نے انہیں وفات کے بعد بھی اپنے شیخ کا پہلو نصیب فرمایا۔

اِسی احاطہ میں مفتیٔ اعظم دارالعلوم دیو بند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ، مہتمم دارالعلوم دیو بند حضرت مولانا حبیب الرحمٰنؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ اور نجانے علم وفضل کے کتنے پہاڑ مدفون ہیں۔ حضرت مدنیؒ کے پاؤں کی جانب ذرا ہٹ کر مغرب کی طرف مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یٰسین قدس سرہٗ کا مزار ہے جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ہم سبق اور حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد تھے، جو تمام علوم وفنون میں اعلیٰ استعداد کے باوجود ساری عمر دارالعلوم دیو بند میں درجہ فارسی وریاضی کے استاذ رہے اور دیو بند کا شاید ہی کوئی گھر ایسا ہوگا جہاں کئی کئی پشتوں نے اُن سے نہ پڑھا ہو۔

اس قبرستان میں شمال میں ذرا فاصلے پر حضرت حاجی عابد حسینؒ کا مزار ہے جو دارالعلوم کے مؤسسین میں سے ہیں اور ولایت وتقویٰ کے اس مقام پر تھے جو معاصر اہلِ علم کے لئے بھی قابلِ رشک تھا۔ قبرستان کے شمال مغرب میں تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر دیو بند کی عیدگاہ ہے اور اس کے جنوبی پہلو میں امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کا مزار ہے۔ اس دعویٰ میں شاید کوئی مبالغہ نہ ہو کہ حضرت شاہ صاحبؒ اس صدی میں علمِ حدیث کے سب سے بڑے امام تھے اور اس بات کا اعتراف صرف علمائے ہند ہی نہیں عالمِ عرب کے محقق علماء نے بھی کیا ہے۔ حافظے اور وسعتِ مطالعہ میں ان کی کوئی نظیر ماضی قریب میں نہیں ملتی۔ اِسی قبرستان میں آپؒ کے دو جلیل القدر فرزند حضرت سید محمد از ہر شاہ قیصرؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیریؒ محوِ خواب ہیں۔ غرض دیو بند کے اس مبارک قبرستان میں سونے والا ایک ایک فرد ایسا ہے کہ اس کے تذکرہ کے لئے مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

قبرستان سے واپسی تک عصر کا وقت ہو گیا تھا۔ نمازِ عصر کے بعد "شیخ الہند امنِ عالم کانفرنس" کی پہلی مشاورتی نشست منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کی کل چار نشستیں ہوئی۔ تین نشستیں خصوصی تھیں جن میں ممتاز اہلِ علم اور منتخب شخصیات نے شرکت کی۔ چوتھی نشست جلسہ عام کی صورت میں تھی جس میں ہندو بیرونِ ہند سے لاکھوں مسلمان شریک ہوئے۔

☆......☆......☆

13 ردسمبر 2013ء بروز جمعۃ المبارک "شیخ الہند امنِ عالم کانفرنس" کے اعلامیہ کی تیاری کے لئے بعد از نمازِ عشاء طویل اجلاس منعقد ہوا جو رات 2:00 بجے تک جاری رہا۔ اجلاس میں حضرت مولانا ابو القاسم نعمانی صاحب مہتمم دار العلوم دیو بند، حضرت مولانا سلمان بجنوری صاحب استاذ دار العلوم، حضرت مولانا سید سلمان منصور پوری صاحب، حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب بن حضرت مولانا منظور نعمانیؒ، حضرت مولانا معز الدین صاحب، پاکستان سے حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب، حضرت مولانا سعید یوسف صاحب، حضرت مولانا امان اللہ صاحب، راقم الحروف اور دیگر ممتاز علماءِ کرام نے شرکت کی۔ اعلامیہ کی تیاری کے دوران شرکاء اجلاس کی دِقتِ نظر، معاملہ فہمی، عالمی حالات سے واقفیت اور بصیرت و متانت کا مشاہدہ ہوا۔ بالخصوص مہتمم دار العلوم دیو بند حضرت مولانا ابو القاسم نعمانی کی ذہانت و بصیرت اور منطقی اندازِ گفتگو نے شرکاء کو متاثر کیا۔ یہ اعلامیہ گہرے غور و فکر کے بعد مرتب ہوا جو 9 نکات پر مشتمل تھا (جس کی تفصیل اخبارات میں آچکی ہے)۔

موجودہ حالات کے تناظر میں اعلامیہ میں واضح طور پر کہا گیا کہ اسلام کی نظر میں ہر طرح کا فتنہ و فساد، بدامنی و خونریزی اور بے قصوروں کو قتل و غارت کا نشانہ بنانا بدترین انسانیت سوز جرم ہے اس لئے ہم ہر قسم کی دہشت گردی کی پُرزور مذمت کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں دار العلوم دیو بند کے فتوے کی بھرپور تائید کرتے ہیں اور تمام انصاف پسندوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ نہ صرف دہشت گردی سے اظہار برأت کریں بلکہ ان اسباب و محرکات کو بھی ختم کرنے کی فکر کریں جن کی وجہ سے دُنیا میں دہشت گردی پنپتی ہے۔ واضح رہے کہ دار العلوم دیو بند نے چند سال قبل دہشت گردی کے حرام ہونے کا فتویٰ جاری کیا تھا۔ عمومی دہشت گردی کی پُرزور مذمت کے علاوہ مسلکی تشدد کے بارے میں اعلامیہ میں کہا گیا کہ مسلکی تنازعات میں تشدد اور خون ریزی اسلامی تعلیمات کے قطعاً خلاف ہے۔ ہم اس مسئلہ میں تشدد کی سخت مذمت کرتے ہوئے عہد کرتے ہیں کہ مسلکی تشدد کو ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔

☆......☆......☆

14 ردسمبر 2013ء بروز ہفتہ نمازِ ظہر سے پہلے بھی ایک مشاورتی اجلاس ہوا جس میں مندوبین نے خطاب کیا جبکہ چوتھی نشست بعد از نمازِ ظہر عیدگاہ میدان (دیو بند) میں جلسۂ عام کی صورت میں منعقد ہوئی۔ اس جلسہ میں شرکاء کی تعداد ہزاروں میں تھی جبکہ خطاب کرنے والوں میں دار العلوم دیو بند کے مہتمم مولانا ابو القاسم نعمانی، جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا قاری محمد عثمان، جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے صدر مولانا فضل الرحمٰن، جمعیۃ علماء ہند کے سیکرٹری جنرل مولانا سید محمود اسعد مدنی کے علاوہ پاکستان سے مولانا عبد الغفور حیدری، مولانا محمد خان شیرانی، مولانا زاہد الراشدی، ڈاکٹر خالد محمود سومرو، مولانا سعید یوسف اور راقم السطور شامل تھے۔ بنگلہ دیش سے مولانا مفتی عبد الرحمٰن صاحب، برما سے مولانا مفتی نور محمد صاحب اور سری لنکا سے حضرت مولانا مفتی محمد رضوی صاحب نے بھی خطاب کیا۔

راقم السطور نے اپنی معروضات میں دینی مدارس کے خلاف منفی پروپیگنڈے اور دہشت گردی کے الزامات کو بطورِ خاص موضوع بناتے ہوئے عرض کیا کہ یہ مدارس ملک کو پُر امن، انسانیت دوست اور پابندِ قانون شہری عطا کرتے ہیں۔ مختلف ممالک کی حکومتیں تعلیم پر اربوں روپے خرچ کرتی ہیں، اساتذہ کو اعلیٰ تنخواہیں دیتی ہیں، بیش قیمت بلڈنگیں بناتی ہیں، طلبہ کے لئے طرح طرح کی سہولتیں فراہم کرتی ہیں پھر تعلیم کے بعد ان کے لئے ملازمتیں فراہم کرتی ہیں اور خواندگی کے تناسب کو بڑھانے کے لئے طرح طرح کے جتن کرتی ہیں جبکہ دینی مدارس نہایت خاموشی کے ساتھ علم کی اشاعت میں شب و روز مصروف ہیں، نہ حکومت سے پیسوں کا مطالبہ ہے، نہ اپنے فضلاء کے لئے سند کی طلب ہے، نہ ان کے لئے ملازمت فراہم کرنے کی خواہش ہے۔ اس کے باوجود لاکھوں طلبہ و طالبات علم و اخلاق سے آراستہ ہو رہے ہیں۔ مدارس کے فضلاء کی علمی استعداد کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ یونیورسٹیوں میں عربی، اُردو اور فارسی کے شعبوں میں جہاں فضلاء مدارس نے داخلہ لیا ہے ان شعبوں میں وہی فائق اور ممتاز ہیں۔ یہ دینی مدارس ہی ہیں جہاں سے اُمت کو بہترین داعی، تحریکات کے لئے باصلاحیت قائد، جماعتوں کے لئے مخلص رہنما، مخالفینِ اسلام کے مقابلہ کے لئے دندان شکن مناظر اور صاحبِ تحقیق قلم کار ملے ہیں۔

گزشتہ صدیوں میں جتنے فتنے اٹھے ان کی سرکوبی کے لئے سب سے پہلے مدارس کے علماء ہی میدانِ عمل میں اترے۔ عالمِ اسلام کے عظیم مناظر حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ اسی طبقہ علماء سے اٹھے جنہوں نے شہرہ آفاق عیسائی مناظر پادری فنڈر کا تعاقبِ مصر و ترکی تک کیا اور ان کے ہاتھوں سے ''اظہار الحق'' جیسی زندہ جاوید کتاب منظرِ عام پر آئی۔ برصغیر کے مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لئے آریہ سماجی تحریک ایک طوفان کی طرح پورے خطے کے طول و عرض میں چھا گئی۔ اس کے مقابلہ کے لئے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا محمد علی مونگیریؒ اور دوسرے علماء میدانِ عمل میں اُترے اور انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کی۔

پاکستان، ہندوستان اور مصر میں کچھ ایسے مغرب زدہ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے حدیث کی اہمیت و حجیت کا اعلانیہ انکار کر دیا اور بہت سے جدید تعلیم یافتہ حضرات اس مفسدِ فکر سے متاثر ہو گئے۔ اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے جو اہلِ علم اٹھے ان میں حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، حضرت مولانا منظور نعمانیؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ اور ڈاکٹر حمید اللہؒ کی تحریریں نہایت بصیرت افروز اور چشم کشا ہیں۔

سب سے بڑا فتنہ وہ تھا جو پنجاب کی سرزمین میں قادیان سے اٹھا اور جس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر حملہ کی کوشش کی۔ انگریز اس فتنہ کی شہ پر تھے بلکہ یہ انگریزوں ہی کا لگایا ہوا پودا ہے۔ برصغیر کے علماء پوری طاقت اور علمی وقعت کے ساتھ اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور امت پر اس دامِ ہمرنگ زمین کی حقیقت کھول کر رکھ دی۔ خاتم المحدثین حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور ان کے تلامذہ، قدوۃ الصلحاء حضرت پیر مہر علی شاہ

گولڑوی، حضرت مولانا ثناء اللہ امر تسری، علماءِ لدھیانہ، مجلس احرارِ اسلام بالخصوص امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے رفقاء نے اس سلسلہ میں جو خدمات انجام دیں پوری اُمت اسلامیہ کبھی اس احسان سے سبک بار نہیں ہو سکتی۔ اس فتنۂ ارتداد کا اصل مقابلہ اور استیصال کالجوں، یونیورسٹیوں کے اساتذہ اور پروفیسروں نے نہیں، مدارس دینیہ کے صف نشین درویشوں نے کیا۔

گزشتہ صدیوں میں برصغیر میں جتنی مذہبی، قومی اور تعلیمی تحریکات شروع ہوئیں اور جو بھی حوصلہ مند مخلص، اصلاحی اور انقلابی شخصیات پیدا ہوئیں وہ براہِ راست یا بالواسطہ ان ہی مدارس کی دَین ہے اور ان کی تعلیم و تربیت اور تعمیر میں ان مدارس کا خونِ جگر شامل ہے۔ جب تک یہ مدارس اور ان درسگاہوں سے پیدا ہونے والے ''مُلا'' اس ملک میں باقی رہیں گے مسلمانوں کا ایمان محفوظ رہے گا۔ میں نوجوانوں سے بھی درخواست کروں گا کہ وہ شدت کی بجائے استدلال کا راستہ اختیار کریں، بُرہان، بحران کو ختم کر دیتی ہے۔ دُنیا میں بدامنی کے بحران کو ہم نے حقانیت وصداقت اور کردار واخلاق کی دلیل و برہان سے ختم کرنا ہے۔ قرآن کریم میں اسی لئے فرمایا گیا: ﴿ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین﴾ بحمد اللہ راقم کی ان معروضات کو سامعین نے نہ صرف پورے غور اور توجہ سے سماعت فرمایا بلکہ پسند بھی فرمایا۔

☆......☆......☆

صبح کی نشست اور ظہر کے بعد جلسہ عام کی نشست کے درمیانی وقفہ میں دارالعلوم دیوبند (وقف) میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ حاضری کا ایک بڑا مقصد دارالعلوم دیوبند کے مہتمم ابن حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد سالم قاسمی دامت برکاتہم کی زیارت بھی تھی مگر حضرت اس وقت دہلی میں بغرض علاج تشریف لے جا چکے تھے۔ یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ کانفرنس کے اس تیسرے اجلاس کی صدارت کے لئے منتظمین نے حضرت مولانا قاری محمد سالم قاسمی کا نامِ نامی ہی تجویز کیا تھا۔ حضرت اپنی علالت کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے مگر آپ نے اپنا صدارتی خطبہ لکھ کر منتظمین کو بھجوا دیا تھا جو اس اجلاس میں پڑھ کر سنایا گیا۔

خانوادہ قاسمی اور اہلِ دیوبند کے درمیان ماضی کی کچھ شکر رنجی کے بعد حضرت مولانا کو کانفرنس کی صدارت کے لئے منتخب کرنا اور ان کا مثبت جواب دینا تازہ ہوا کا خوشگوار جھونکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے مزید اُلفت و محبت اور تعلق و ارادت میں تبدیل فرمادیں۔

دارالعلوم دیوبند (وقف) میں ان کے صاحبزادے مولانا محمد سفیان قاسمی اور پوتے مولانا شکیب قاسمی سے ملاقات ہوئی۔ دارالعلوم (وقف) میں بھی مُلکی وغیر مُلکی طلبہ کی کثیر تعداد زیرِ تعلیم ہے۔ دارالعلوم کی عمارات اور طلبہ کی رونق دیکھ کر اور کوائف معلوم کر کے مسرت ہوئی۔ اسی اثناء میں دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث میں رُک کر کچھ دیر درسِ حدیث سننے کی سعادت حاصل کی اور چھتہ کی تاریخی مسجد اور ''انار'' کے درخت کی وہ جگہ بھی دیکھی جہاں

"محمودین" کا قِران السعدین ہوا تھا۔ بعد ازاں نمازِ ظہر کے بعد جلسۂ عام اور دیگر مصروفیات سے فراغت اور نمازِ مغرب کے بعد دہلی کے لیے روانگی ہوئی۔

☆......☆......☆

جمعیۃ علمائے ہند کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والی "شیخ الہند اَمن عالم کانفرنس" کا آخری اجلاسِ عام 15 ردسمبر 2013ء بروز اتوار دہلی میں منعقد ہوا جبکہ اس سے پہلے 14,13 ردسمبر 2013ء کو تین خصوصی اجلاس اور ایک اجلاسِ عام دیوبند میں ہوا۔ دیوبند کے اجلاسِ عام میں بھی حاضرین کی شرکت بھرپور تھی لیکن دہلی میں اس کانفرنس کی آخری نشست میں بھارت کے طول وعرض سے لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کی۔ اس قدر کثیر تعداد کے لئے دیوبند جیسے چھوٹے سے قصبے میں خورد ونوش، رہائش اور دیگر انسانی ضروریات کا انتظام کرنا ناممکن نہیں تو بہت مشکل ضرور تھا، اس لئے جلسۂ عام کے لئے دہلی کے وسیع وعریض رام لیلا میدان کا انتخاب کیا گیا۔

جلسہ 15 ردسمبر 2013ء صبح 9:00 بجے شروع ہونا تھا لیکن رات ہی سے سینکڑوں قافلے میدان میں پہنچ چکے تھے۔ حاضرین کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ رام لیلا میدان اور اس کے اردگرد ہر طرف لوگ ہی لوگ نظر آتے تھے۔ ان لاکھوں افراد نے اپنے قائدین کے خطاب کو صبح 9:30 بجے سے 2:30 بجے تک نہایت سکون اور نظم وضبط کے ساتھ سنا۔

اس جلسۂ عام کی صدارت حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری نے فرمائی اور صدارتی خطبہ ارشاد فرمایا۔

جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سیکرٹری مولانا سید محمود اسعد مدنی نے ابتدائی خطاب میں کانفرنس کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ شہریوں کے جان و مال کی حفاظت مرکزی وریاستی حکومتوں کی آئینی ذمہ داری ہے۔ حکومتیں اگر عورتوں، بچوں اور بے قصوروں پر ظلم وزیادتی اور اُن کے قتل کو نہیں روک سکتیں تو انہیں اقتدار میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔

مولانا محمود اسعد مدنی نے دہشت گردی اور امن کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ترقی اور مہذب معاشرے کی تشکیل کے لئے اَمن ضروری ہے۔ اَمن کے بغیر کوئی کام صحیح نہج پر نہیں ہوسکتا۔

کانفرس کے صدر مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا کہ آج اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ علماء اپنے حصے کا کردار ادا کریں۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت اسلام کی منفی، دہشت گردانہ اور جارحانہ تصویر پیش کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ اسلام کی موجودگی میں مختلف مذاہب اور فرقوں کے لوگ پُر اَمن زندگی نہیں گزار سکتے۔ ایسی صورتِ حال میں اسلام کے تصورِ امن اور دہشت گردی کی مذمت پر تعلیمات کو سامنے لانے کی پہلے سے زیادہ ضرورت ہے۔

ہمارے وفد کے قائد حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے اپنے خصوصی خطاب میں فرمایا کہ تمام مظلوموں کو ایک ہونا چاہئے۔ ہم دُنیا کے ساتھ دوستی چاہتے ہیں، ہم امریکہ اور اقوامِ عالم کے ساتھ دوستی کے خلاف نہیں لیکن آقا اور غلام کی

تفریق کو ختم کرنا ہوگا۔ اگر ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں پر ظلم و ناانصافی ہوتی ہے تو ہم ان کے حق میں آواز اٹھانے کے لئے تیار ہیں تو ہم توقع رکھتے ہیں کہ وہ بھی مسلم اقلیت پر ہونے والے مظالم اور ناانصافیوں کے خلاف آواز اٹھائیں۔ اَمن پوری دُنیا کی ضرورت ہے اس لئے دہشت گردوں کا راستہ بند ہونا چاہئے خواہ اُن کا تعلق کسی بھی قوم اور مذہب سے ہو۔

اس اجلاس میں راقم السطور کو بھی خطاب کی دعوت دی گئی۔ احقر نے اپنی گزارشات میں کہا کہ ہم اَمن کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ ''شیخ الہند اَمن عالم کانفرنس'' اس اَمر کا اظہار ہے کہ دہشت گردی، فرقہ پرستی، ہندو مسلم منافرت اور فرقہ وارانہ فسادات کے خاتمہ کے لئے ضروری ہے کہ ہم اُن خطوط وافکار کو راہنما بنائیں جو حضرت شیخ الہندؒ نے تجویز فرمائے تھے۔ احقر نے کہا کہ کعبۃ اللہ مرکز عالَم ہے۔ چنانچہ معمارِ کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دُعائے اَمن، اَمن عالَم کے لئے تھی کہ پوری دُنیا میں اَمن ہو تاکہ خدا کی عبادت کرنے والے اَمن وسکون سے اپنے پروردگار کی عبادت کرسکیں۔ اقلیتوں کے جان و مال کی حفاظت عالمی نوعیت کا مسئلہ ہے۔ ایک ہی عقیدہ رکھنے والے کسی ملک میں اکثریت میں ہیں اور کسی ملک میں اقلیت میں، پاکستان میں ہندو اقلیت میں ہیں تو ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں ہیں، اس لئے دونوں ملکوں کی اکثریتی آبادی کا یہ فرض ہے کہ وہ اقلیتوں کے جان و مال، عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ اگر عالمی طور پر اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ و رعایت کے سلسلہ میں ماحول تیار ہوجاتا ہے تو سب جگہوں کی اقلیتوں کے لئے جہد و جہد اور اپنے حقوق حاصل کرنے کی راہ آسان ہوجائے گی۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں پڑوسی ممالک ہیں جن کے درمیان بہتر تعلقات نہ ہونے کی وجہ سے فوج اور اسلحہ کی خریداری پر بے حد اخراجات ہورہے ہیں، اگر دونوں ممالک پڑوسیوں کی طرح بہتر تعلقات بنا کر اور حقوق کی رعایت کرتے ہوئے زندگی گزاریں تو سالانہ اربوں ڈالر غربت و پسماندگی کے خاتمہ پر خرچ کئے جاسکتے ہیں۔

احقر نے یہ بھی کہا کہ بعض عالمی قوتیں منظم منصوبہ بندی کے تحت مدارس پر بدامنی اور دہشت گردی کے الزامات عائد کرتی ہیں لیکن اہلِ مدارس نے ''شیخ الہند اَمن عالم کانفرنس'' منعقد کرکے پوری دُنیا کو یہ پیغام دیا ہے کہ ہم اَمن کے پیامبر ہیں اور پوری دُنیا میں اَمن وسلامتی چاہتے ہیں۔ اَمن وسلامتی، اسلام کے خمیر میں شامل ہے۔ ''مومن'' اَمن سے اور ''مسلم'' سلم (سلامتی) سے ماخوذ ہے۔ اسلام دُنیا کے تمام مظلوموں کا حامی اور مددگار ہے، اس میں مسلم وغیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں جبکہ موجودہ دُنیا دہشت گردی کو رنگ و نسل کے پیمانوں سے ناپتی ہے۔ سوڈان، افغانستان اور عراق کے شہری ایک بڑی طاقت کی دہشت گردی کا شکار ہیں، چیچنیا، بوسنیا اور کوسوو میں اک اور طاقت ظلم ڈھارہی ہے، فلسطین کے مسلمانوں کو بے دردی سے قتل کیا جارہا ہے لیکن ان کے قاتلوں کو اس لئے ''دہشت گرد'' نہیں کہا جاتا کہ قتل ہونے والے مسلمان ہیں، جب تک اس دوہرے معیار کو ختم نہیں کیا جاتا اَمن کا خواب پورا نہیں ہوسکتا۔ علاوہ ازیں عدل و انصاف کے بغیر ''اَمن'' قائم نہیں ہوسکتا، ظلم بھی ہو اور اَمن بھی ہو، یہ نہیں ہوسکتا، عدل وانصاف سے ہی اَمن قائم ہوگا۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ اجلاس کا یہ پہلو بطورِ خاص قابلِ ذکر ہے کہ لاکھوں افراد نے نہایت اطمینان وسکون سے مندوبین کے خطابات کو سنا۔ تمام حاضرین اجلاس کے اختتام تک استقامت وثابت قدمی سے بیٹھے رہے اور کسی قسم کی کوئی بدنظمی یا افراتفری دیکھنے میں نہیں آئی۔

اجلاس کے اختتام پر 9 نکاتی اعلامیہ کی منظوری دی گئی جس کا خلاصہ گزشتہ سطور میں آچکا ہے۔ کانفرنس میں اس اعلامیہ پر عمل درآمد اور اس کے مطابق مختلف ممالک میں شیخ الہندؒ کے افکار کے مطابق کام کو منظم کرنے کے لئے "شیخ الہند عالمی امن فورم" قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس ضمن میں مولانا سید محمود اسعد مدنی کی پیش کردہ یہ تجویز متفقہ طور پر منظور کی گئی کہ "تحریک شیخ الہندؒ صد سالہ تقریبات" کے موقع پر عظیم الشان امن عالم کانفرنس کی ضرورت محسوس کرتی ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ کے افکار ونظریات کے حوالے سے منعقد اس کانفرنس کے اعلامیہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے "شیخ الہند عالمی امن فورم" قائم کیا جائے۔

احقر کی دانست یہ تجویز نہایت بروقت اور صائب ہے، نہ صرف ہندوستان بلکہ پاکستان میں بھی "شیخ الہند عالمی امن فورم" قائم کرنے کی ضرورت ہے جو انسانیت کی فلاح و بہبود اور عالمی امن کے لئے جدوجہد کرے۔ بالخصوص مسلکی تنازعات میں تشدد وخونریزی کی لہر کے خاتمہ کو ایک مشن بنا کر پورے عالم میں پھیلایا جائے۔

☆......☆......☆

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مغربیت سے متعلق عالم اسلام میں پائے جانے والے رویوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مغربیت کے بارے میں جو وقت کا اصل چیلنج اور عالم اسلام کے لیے ایک استفہامیہ نشان ہے، مسلم ممالک کے تین ہی رویے ہو سکتے ہیں، خالص منفی اور سلبی رویہ (یعنی گویا مغرب سے لینے کی کوئی چیز نہیں اور اس کی ترقیات سے مکمل کنارہ کشی اور بے تعلقی ضروری ہے) خالص مثبت وایجابی رویہ (مغربی تہذیب کو کلیۃً قبول کر لینا اور اس کو اپنے ملک میں جوں کا توں نافذ کر دینا) مغرب سے تہذیب کے بارے میں مستقل ومجتہدانہ کردار، مغرب سے استفادہ کے صحیح میدانوں کا انتخاب اور ان کے حدود کا تعین۔ مصنف کے نزدیک پہلا رویہ ناقابل اور ناکام ہے اور جس نے اس کو ابتدا میں اختیار کیا اس نے جلد وہ راستہ چھوڑ کر مغربی تہذیب کو اپنانے کا کام شروع کر دیا، دوسرا رویہ کسی اسلامی ملک اور قوم کے لیے غیر شایانِ شان اور نامناسب اور اسلامی تعلیمات وتہذیب سے بغاوت کے مرادف اور معنوی خودکشی ہے، تیسرا رویہ جس کے لیے ذہانت اور قوت ارادی اور صحیح قیادت کی ضرورت ہے اور ایک مرد کامل مطلوب ہے، تنہا اسلامی ملک کو زیب دیتا ہے اور اسی میں اس وقت عالم اسلام کی حفاظت، نئے دور کی قیادت اور مسلمانوں کی قوت کا راز پنہاں ہے"۔

☆......☆......☆